فن خطابت خطباتِ نبویؐ کے تناظر میں

انتخاب: ڈاکٹر شبیر احمد

حضورؐ کے معرکتہ الآراء خطبے دو ہیں جن میں ایک فتح مکہ کے موقع پر اور دوسرا حجتہ الوداع کے موقع پر دیا گیا۔ ان خطبوں کا مزاج انتہائی انقلابی ہے اور ان میں ایمان، اخلاق اور اقتدار تینوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ حجتہ الوداع کا خطبہ تو گویا ایک دور نو کے افتتاح کا اعلان ہے(۱)

آنحضرتؐ نہایت سادہ طریقہ پر خطبہ دیتے تھے۔ آپؐ جب خطبہ فرمانے کیلئے تشریف لاتے تو سلاطین کی طرح نہ آپؐ کے ساتھ چاوش ہوتے نہ آپؐ خطباء کا لباس پہنتے تھے، ہاتھ میں ایک عصا ہوتا تھا اور کبھی کبھی کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے مسجد میں جب آپؐ خطبہ دیتے تو دست مبارک میں عصا ہوتا تھا اور میدان جنگ میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو کمان پر ٹیک لگاتے تھے۔

جمعہ اور عید کا خطبہ تو متعین تھا لیکن اس کے علاوہ خطبہ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ جب ضرورت پیش آتی آپؐ خطبہ کیلئے فی البدیہہ کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے زمین پر، منبر پر، اونٹ پر، ہر جگہ جیسا موقع پیش آیا خطبہ دیا ہے۔ ضرورت کے لحاظ سے آپ کو کبھی کبھی طویل خطبہ دینا پڑتا تھا تاہم آپؐ کے خطبے عموماً مختصر ہوتے تھے۔ وعظ و تقریر کی کثرت سے آپؐ نے پرہیز کیا ہے۔ عام نصائح کی باتیں گو آپؐ اخباری فقروں میں بیان فرماتے تھے لیکن جب کلام کو خاص طور پر موثر بنانا ہوتا تھا تو خطبہ کو عموماً سوال کی صورت میں پیش فرماتے۔ غزوہ حنین میں آپؐ نے انصار کے سامنے جو خطبہ دیا، وہ اول تا آخر سوال و جواب پر مبنی تھا۔ خطبہ حجتہ الوداع وغیرہ اور تمام خطبات میں تمام خصوصیات نمایاں ہے۔ جوش بیاں کا یہ حال تھا کہ آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی تھی۔ غصہ بڑھ جاتا تھا، انگلیاں اٹھتی جاتی تھیں گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کسی فوج کو

جنگ کیلئے ابھار رہے ہیں۔ جوش بیان میں جسد مبارک جھوم جھوم جاتا تھا، ہاتھوں کو حرکت دینے سے پٹھوں کے چٹخنے کی آواز آتی تھی، کبھی مٹھی بند کر لیتے تو کبھی کھول دیتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس قسم کی پر جوش حالت کی نہایت صحیح تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

''آنحضرتؐ کو منبر پر خطبہ دیتے سنا، فرما رہے تھے کہ خداوند صاحب جبروت آسمان و زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔ یہ بیان کرتے ہوئے آپؐ مٹھی بند کر لیتے تھے اور پھر کھول دیتے تھے، آپ کا جسم کبھی دائیں کبھی بائیں جھکتا جاتا تھا۔ یہاں تک کے میں نے منبر کو دیکھا تو اس کا نچلا حصہ بھی اس قدر ہل رہا تھا کہ میں نے خیال کیا آپؐ کو لے کر گر تو نہیں پڑے گا''۔

آنحضرتؐ کی چونکہ مختلف حیثیتیں تھیں اور اس کا اثر آپؐ کے طرز بیان پر پڑتا تھا، آپؐ داعی مذہب تھے، فاتح تھے، واعظ تھے، امیر الجیش تھے، قاضی تھے، پیغمبر تھے، اس اختلاف حیثیت کے مطابق آپؐ کی خطابت اور زور بیان نہایت موزوں ہوتا تھا (۲)

دعوت اسلام میں کلام اللہ کی تاثیر کے بعد افصح العرب کی خطابت تھی۔ وہی خطابت کا فن جو عرب میں پہلے بھی موجود تھا۔ مگر اعلیٰ ترین اقدار زندگی کیلئے استعمال نہیں ہوتا تھا۔ مگر آپؐ نے اسے شرک و بت پرستی کی جڑ کاٹنے اور انسانی معاشرے کی اصلاح کے لئے ایک کامیاب ترین ہتھیار کے طور پر اپنایا۔ توحید و رسالت اور حق و صداقت کی تبلیغ عمل صالح، اصلاح ذات البین، تحریص علی الجہاد اور انسانیت کی فلاح دارین کیلئے آپؐ نے خطبات کو استعمال کیا۔ (۳)

سیرت کے مطالعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضورؐ کی پشت پر شعراء کی ایک مضبوط ٹیم کھڑی تھی اسی طرح حضورؐ کے ساتھ خطباء کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ جس طرح انصار کے حسان بن ثابتؓ شاعر رسولؐ تھے، اسی طرح خطابت کے میدان میں بھی یہ شرف انصار ہی کے حصہ میں آیا تھا اور حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ خطیب رسول اللہؐ کے لقب سے ملقب ہوئے تھے۔ اور مختلف مواقع پر وہ آنحضرتؐ کے خطیب کی حیثیت سے اپنی فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھاتے تھے، خصوصاً عام الوفود میں مختلف قبائل کی آمد پر حسب ضرورت وہی خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ان کے علاوہ انصار میں سعد بن ربیعؓ، سید الخزرج، حضرت سعد بن عبادہؓ جبکہ مہاجرین میں حضرت عبداللہ بن عوفؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن ولیدؓ، سعد بن ابی

وقاصؓ عمرو بن العاصؓ ، حضرت ابو بکر صدیقؓ ، حضرت عمرؓ حضرت علیؓ فن خطابت میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ تاہم ان تمام حضرات میں حضرت علیؓ کو نبی اکرمؐ کے بعد سب سے بڑا خطیب گردانا جاتا ہے۔(۴)

دراصل حضورؐ نے فن خطابت کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔ استاذ احمد حسن زیات لکھتے ہیں کہ زبان کے تمام ادوار میں کوئی دور ایسا نہیں آیا جس میں اس دور کی طرح خطابت نے عروج حاصل کیا ہو اور مقررین کی اس درجہ کثرت ہو(۵) اس کے ساتھ خطابت میں بڑی دور رس تبدیلیاں بھی ہوئیں اگر صدر اسلام کی خطابت کا زمانہ جاہلیت کی خطابت سے موازنہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل بڑی اہم تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔

۱۔ صدر اسلام میں پہلی مرتبہ جمعہ اور عیدین میں اور حج کے موقع پر خالص دینی تقریر کا رواج ہوا۔ ان کے علاوہ آنحضرتؐ اور خلفاء نے حسب موقع وعظ وارشاد کی تقریریں بھی کیں۔

۲۔ دینی وسیاسی پارٹیوں کے قیام اور حکومت وخلافت کے افتتاح کے موقع کی تقریریں جیسے حضرت ابو بکرؓ کا وہ خطبہ جو آپؐ نے خلیفہ ہوتے وقت سقیفہ بن ساعدہ میں دیا تھا جس کے بعد خلافت کے مسئلہ میں اختلاف ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔

۳۔ کاہنوں اور پروہتوں کی باتوں اور مسجع ومقفیٰ جملوں کے بجائے خوبصورت موزوں اور چیدہ چیدہ الفاظ کے سہارے ایسے فصیح وبلیغ جملوں کا استعمال کیا جن کے ذریعہ معانی ومطالب واضح طریقہ سے سامع کے دل ودماغ میں اتر جاتے تھے۔ جن کا انداز اتنا گٹھا اور اسلوب اتنا پسندیدہ ہوتا تھا کہ تقریر شہ پارہ بن جاتی تھی۔

۴۔ اس زمانہ میں پہلی دفعہ اللہ کی حمد وثنا سے تقریر کی ابتداء ہوئی

۵۔ لوگوں کو اپنی بات سمجھانے اور مختلف مسائل میں انہیں قائل کرنے کیلئے قرآن کریم کے انداز سے مدد اور طریقہ استدلال کا استعمال کیا گیا اور موقع محل کے لحاظ سے کبھی لمبی اور کبھی اتنی مختصر تقریر کرنا کہ چند جملوں پر ختم ہو جائے

۶۔ تفاخر وانتقام۔ جنگ وانتقام پر اکسانے والے خطبات اور خطبات منافرت ومفاخرت متروک ہو گئے۔

اس طرح صدر اسلام میں عربی خطابت کو اتنی ترقی حاصل ہوئی اور اس کے ایسے نمونے سامنے آئے جو بعد میں آنے والوں کے لئے مشعل راہ اور عربی ادب میں عدیم المثال شہ پارے بن گئے جو آج تک پڑھے جاتے ہیں(۶)

بہرحال کلام نبوتؐ خواہ معمول کی زندگی میں لسان نبوتؐ سے ادا ہوا ہو، دینی مسائل وشرعی احکام کی تشریح وتوضیح فرمائی گئی ہو یا بات کو ذہن نشین کرانے یا سامان عبرت مہیا کرنے کیلئے قصص و تمثیلات بیان کی گئی ہوں، فرامین ومکتوبات ہوں یا اقوال حکمت ودانش، جواہرالبلاغت جوامع الکلم کے ضمن میں آتے ہوں یا آپؐ کے خطبات اور مواعظ ہوں جو مختلف مواقع پر لسان نبوت سے فصاحت وبلاغت کے آبدار موتی بن کر ادا ہوئے اور مخاطبین کے متجسس وآرزومند دلوں کی گہرائیوں میں اتر کو محفوظ ہو گئے۔ یہ تمام اقسام اہل علم کو دعوت مطالعہ دیتی ہیں۔ غور وفکر استفادہ و استنتاج کیلئے بلاتی ہیں۔ ان میں زبان وادب سے لیکر علم وحکمت اور شریعت وطریقت سے تعلق رکھنے والے سب ارباب ذوق کی تسکین کا سامان موجود ہے اس لئے خطبات نبویؐ نے قرآن مجید کے بعد عربی زبان پر سب سے زیادہ اثر ڈالا کیونکہ اثرات میں قرآن مجید کے بعد ارشادات نبویؐ کا ہی مقام ہے(۷)

اسلام میں حدیث، قرآن کے بعد سب سے زیادہ مقدس، اہم اور صحیح دستاویز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں اسلام کے عقائد ارکان وتعلیمات کا صرف اصولی اور اکثر جگہ اجمالی ذکر ہے لیکن ان کی تشریح وتوضیح اور ان کی تفسیر آنحضرتؐ نے اپنی حدیثوں کے ذریعہ کی ہے(۸)۔ چونکہ ہمارا موضوع ادب ہے اس لئے جب ہم ادبی نقطہ نظر سے اس کو جانچتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کو صرف دینی معاملات ہی میں نہیں بلکہ زبان وادب میں بھی بطور دلیل، سند اور کسوٹی کے جو مقام حاصل ہے وہ کسی اور انسان کے کلام، بات چیت یا عمل وفعل کو حاصل نہیں۔ تمام نقادوں اور علمائے ادب ولغت کا اتفاق ہے کہ عربی زبان میں قرآن مجید کے بعد فصاحت وبلاغت اعجاز وایجاز، اثر اندازی اور اسلوب بیان کی حسن دلکشی میں حدیث کو امتیازی اور خصوصی حیثیت حاصل ہے اور حدیث کو بلا اختلاف عربی زبان وادب میں قرآن کے بعد دوسرا ادبی و

امتیازی شہ پارہ سمجھا جاتا ہے۔
حدیث کی امتیازی شان کی ایک وجہ تو یہ ہے جیسا کہ خود آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ''میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں کیونکہ میں قریشی ہوں، اور قبیلہ بنو سعد میں، میں نے تربیت پائی ہے''۔ یعنی آپؐ نے آنکھ کھولی تھی ایک ایسے قبیلہ میں جو اس وقت زبان تہذیب وتمدن میں سارے عربوں میں امتیازی شان رکھتا تھا اور بچپن بنو سعد میں حلیمہ سعدیہ کی آغوش عاطفت میں گزارے، جو بدوی قبائل میں زبان دانی اور فصاحت وبلاغت میں ضرب المثل تھا جس کی وجہ سے بچپن ہی میں آپؐ کی زبان تمام عیوب ونقائص سے پاک وصاف ہوکر پروان چڑھی۔
نبوت ملنے کے بعد آپؐ کی زبان سے قرآن کریم کا اجراء ہوا جو عربی زبان وادب کا وہ شہ پارہ ہے جس کی مثال آج تک دنیا نہ لاسکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپؐ کی زبان اور اسلوب میں وہ آب وتاب حسن، دلکشی اور سحر طرازی پیدا ہوگئی جس نے خود آپؐ کے فرمان ''ان من البیان لسحر'' کو حقیقت بنادیا۔ جس کے سامنے تمام ادبا اور یکتائے روزگار فصحا وبلغا کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔
آپؐ کی اس معجز بیانی کو دیکھ کو ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپؐ سے پوچھا: میں تمام سر زمین عرب میں گھوما پھرا ہوں اور ان کے فصحا کے کلام کو سنا ہے لیکن آپؐ جیسا معجز بیان شریں مقال آج تک نہ ملا۔ آخر آپ کو یہ فن کس نے سکھایا؟ تو آپؐ نے جواب دیا: مجھے میرے رب نے تعلیم دی ہے اور بہترین تعلیم دی ہے۔(۹)۔ ان لئے آپؐ کے صفاتی اسمائے مبارکہ میں ایک نام ''افصح العرب''، یعنی اہل عرب میں فصاحت وبلاغت میں یکتا فصیح اللسان بھی ہے(۱۰)
دوران سفر ہجرت جب آپ کا گزر معبد کے خیمے پر ہوا اور بعد میں انہوں نے اپنے شوہر سے آپؐ کے بارے میں بتایا تو انہوں نے آپؐ کی تعریف میں کہا: شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام میں کمی وبیشی الفاظ سے مبرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو(۱۱)
حضورؐ کے کلام کا جہاں ادبی معیار بہت بلند اور یکتا تھا، وہاں اس میں عام فہم سادگی بھی تھی اور کبھی کوئی گھٹیا اور بازاری لفظ استعمال نہیں کیا گیا اور نہ کبھی مصنوعی طرز کی زبان پسند فرمائی۔ کہنا چاہئے کہ حضورؐ نے اپنی دعوت اور اپنے مشن کی ضرورت سے خود اپنی ایک زبان پیدا کی تھی، ایک اسلوب بنایا تھا۔ یہ نبی کریمؐ کی مخصوص زبان تھی۔ بے شمار اصطلاحات بنائیں، تراکیب پیدا کیں،

تشبیہیں اور تمثیلیں پیدا کیں، خطابت کا نیا انداز نکالا اور بہت سے الفاظ و اسالیب کو متروک کیا(۱۲) اس کے ساتھ لوگوں کے ذہنی معیار کو مدنظر رکھ کر گفتگو فرمائی تھی اس لئے اس میں کہیں گنجلک نظر نہیں آتی ۔(۱۳)

آپ کو عرب بھر کے لہجوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔مختلف قبائل کے جو وفود آپؐ کے پاس آتے تھے تو آپؐ ان سے انہیں کے لہجہ میں گفتگو فرماتے تھے۔دوران گفتگو بعض الفاظ اور جملے ایسے آ جاتے تھے جو دوسرے قبائل کی زبان میں خاص طور سے قریش کی زبان میں مستعمل نہ تھے۔اس لئے عربوں کو اسے سمجھنے میں دشواری ہوتی تھی۔ جیسے ایک دفعہ حمیر کے وفد کیساتھ گفتگو میں آپؐ نے "ال" کو"ام" سے بدل کران سے گفتگو کی، کیونکہ وہ لوگ اس طرح بولتے تھے۔چنانچہ آپؐ نے ان سے فرمایا"لیس من مبر امصیام فی امسفر"یعنی"لیس من البر الصیام فی السفر"اس قسم کی باتوں کو دیکھ کرایک دفعہ حضرت علیؓ نے آپؐ سے کہا کہ کیا رسولؐ اللہ ہم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں لیکن وفود سے آپؐ ایسی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں جسے ہم سمجھتے ہی نہیں۔آپؐ نے وہی جواب دیا جو پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دے چکے تھے(۱۴) اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے بھی پوچھا: کیابات ہے آپؐ فصاحت میں ہم سب سے بالاتر ہیں حالانکہ آپؐ کبھی ہم سے الگ نہیں ہوئے۔فرمایا: میری زبان حضرت اسماعیلؑ کی زبان ہے جسے میں نے خاص طور سے سیکھا ہے۔اسے جبرئیلؑ مجھ تک لائے اور میرے ذہن نشین کردی۔مطلب یہ کہ حضورؐ کی زبان معمولی عربی نہیں تھی بلکہ خاص پیغمبرانہ زبان تھی، جس کا جوڑ اسماعیلؑ سے ملتا تھا اور جس زبان میں جبرئیلؑ قرآن لاتے تھے وہ بھی وہی پیغمبرانہ زبان تھی۔(۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جس کے ہاں کمال کا معیار ہی بیان وبلاغت اور فصاحت لسانی تھی۔لیکن سرمایہ فصاحت وبلاغت کے ان دعویداروں میں سے کسی کو امی صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت وبلاغت کے بارے میں کبھی حرف گیری کا موقع نہ ملا، اس ضمن میں جاحظ کا یہ بیان ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے

"آپؐ کے دشمنوں میں سے کسی کو آپؐ کی فصاحت وبلاغت میں کسی قسم کا عجز یا عیب نظر نہیں آیا تھا اگر کوئی ایسی بات دیکھنے یا سننے میں آئی ہوتی تو وہ لوگ مجالس میں اسے بطور دلیل پیش کرتے اور

اپنی خلوت گاہوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں کرتے۔اس سلسلہ میں ان کے خطیب بات کرتے یا ان کے شعراء اس کا تذکرہ کیئے بغیر نہ رہتے کیونکہ دنیا کو معلوم تھا کہ آپؐ کے دشمنوں میں خطیب بکثرت تھے اوران کے شعراء ایسی باتوں میں بہت تیزی دکھایا کرتے تھے" (۱۶)

عربوں میں زبان کی غلطیاں بڑی شرمناک تصور کی جاتی تھیں اور نا قابل معافی تھیں۔ چنانچہ وہ اس سلسلہ میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔آپ کی مجالس میں سلمان فارسیؓ،صہیب رومیؓ، اور حضرت بلالؓ چونکہ غیر عرب تھے اوران کے زبان ولہجہ پران کی مادری زبان کا اثر آخر تک باقی رہا اس لئے اگر وہ گفتگو میں کبھی کوئی غلط محاورہ یالفظ بول دیتے تو آپؐ لوگوں سے کہتے کہ اپنے بھائی کی اصلاح کرو، اس نے غلطی کی ہے۔ خلفائے راشدین بھی کافی احتیاط برتتے تھے۔ الحسین بن الحر نے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنے معتمد کے ہاتھ ایک خط بھیجا۔آپؓ نے ایک غلطی پکڑی اورالحسین کے پاس ایک پیغام بھیجا کہ کاتب کی کمر پرایک درا لگایا جائے (۱۷) بعد میں بنو امیہ کے دیگر خلفا بھی ایک زمانے تک اس پرکاربند رہے۔
آنحضرتؐ کے کچھ ارشادات گرامی ایسے ہیں جو حروف والفاظ کے لحاظ سے بہت وسیع اور بے حد جامع ہیں۔ محدثین اور عربی ادب کی اصطلاح میں اس نوع کے ارشادات ''جوامع الکلم'' کہلاتے ہیں۔ یہ اصطلاح آپؐ کے اپنے ایک ارشاد پر مبنی ہے۔آپؐ نے خود فرمایا''اعطیت بجوامع الکلم'' اوراسے خصوصی عطیات ربانی میں شمار کیا۔جامع کلام کی امتیازی خوبی دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ الفاظ وحروف کی تعداد تو بہت قلیل ومختصر ہوتی ہے مگراس میں فکر ومعنی کا بحر ذخار پنہاں ہوتا ہے۔ جاحظ نے آپؐ کے لسان معجز بیان سے صادر ہونے والے بعض کلمات حکمت ایسے بھی دیئے ہیں جن کا آپؐ سے پہلے کہیں عربی زبان میں وجود ہی نہیں تھا مگر بعد میں وہ ضرب المثل بن کر کلام عرب کی زینت بن گئے۔یہاں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

۱۔اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ
۲۔وہ اپنی ناک سے کھود کر مرا (یعنی خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری)

۳۔ اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے (یعنی اس بات میں، کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا)

۴۔ اب تنور گرم ہوگیا ہے (یعنی اب معرکہ کارزار گرم ہوگیا ہے)

۵۔ یہ محاورات سب سے پہلے آپؐ کی زبان سے ادا ہوئے مگر اب نظم ونثر میں زبان زد خلائق ہیں۔(۱۸)(اب فیضان نبوتؐ کے کچھ جوامع الکلم ملاحظہ ہوں

۱۔ آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے

۲۔ عمل کا دارومدار نیت پر ہے

۳۔ جنگ چالوں سے لڑی جاتی ہے

۴۔ برائی سے باز آنا بھی صدقہ ہے

۵۔ ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے

۶۔ قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے(۱۹)

۷۔ عورت کی نفسیات اور اس کی طبیعت کی عکاسی اس طرح فرمائی ''عورت پسلی کی طرح خشک اور سخت ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو اسے توڑ دوگے''

۸۔ اس خوبصورت عورت سے بچو جس کی پرورش برے ماحول میں ہوئی ہو

۹۔ جس آدمی نے اپنی قدر پہچان لی وہ کبھی برباد نہیں ہوگا

۱۰۔ مرد کی جنت اس کا گھر ہے

۱۱۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۱۲۔ اسلام نے لوگوں کو برائی سے روکنے پر بہت زور دیا ہے۔ اس کی مثال رسول اللہؐ نے اتنے بلیغ اور موثر انداز میں دی ہے کہ یہ مثال اپنی ادبی خوبیوں کی وجہ سے تشبیہ کی بہترین مثال بن گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''کچھ لوگ ایک کشتی میں بیٹھے اور سب نے مل کر کشتی میں اپنی اپنی جگہ بانٹ لی۔ چنانچہ ہر ایک کے حصہ میں کشتی کا ایک حصہ آ گیا۔ ان میں سے ایک آدمی نے کلہاڑی سے اپنی جگہ پر سوراخ کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس پر وہ بولا یہ میری جگہ ہے میرا جو جی

چاہے کروں گا۔اب اگر لوگ اس کے ہاتھ پکڑ لیتے ہیں تو وہ آدمی اور سب لوگ بچ جائیں گے اور اگر چھوڑ دیتے ہیں تو وہ آدمی اور سب (ڈوب کر) ہلاک ہو جائیں گے۔''

۱۴۔دنیا کی بے ثباتی اور مال و دولت کی بے وقعتی کا اس سے زیادہ موثر نقشہ کوئی ادیب آج تک نہیں کھینچ سکا، فرماتے ہیں:

''آدمی ہر وقت مال مال کی رٹ لگائے رہتا ہے حالانکہ تمہارے مال میں سے تمہارا تو صرف وہ ہے جس کو تم نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا داد و دہش کر کے ٹھکانہ لگا دیا'' (۱۴)

حسن تمثیل کی ایک اور مثال دیکھئے۔

حضرت علیؓ نے ایک بار سوال کیا کہ آپؐ اپنے مسلک کی وضاحت فرمائیں۔آپؐ نے مختصراً جس فصیح الفاظ میں جواب دیا اور اس جواب میں اپنے طرز فکر اپنے کردار اور اپنی روحانیت کی جو جامع تصویر کھینچ دی ہے وہ بجائے خود انسانی کلام کی تاریخ میں ایک اعجاز ہے، فرمایا:

''عرفان میرا سرمایہ ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الٰہی میرا مونس ہے اعتماد میرا خزانہ ہے، حزن میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، خدا کی رضا میری غنیمت ہے، عاجزی میرے لئے وجہ اعزاز ہے، زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری طاقت ہے (لفظ قوت ہوتو غذا ہے)، صدق میرا سفارشی ہے، طاعت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا کردار ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔''

حسن تمثیل کی بے شمار زریں مثالیں آپؐ کے کلام میں محفوظ ہیں جن کی مدد سے بڑے بڑے حقائق آپؐ نے سرزمین عرب کے بدوؤں کے ذہن نشین کرا دیئے۔آپؐ کے انداز گفتگو کا کوئی عنوان باندھا جا سکتا ہے تو وہ قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے کہ ''قولوا للناس حسنا'' یعنی لوگوں سے حسن تکلم سے خطاب کرو۔آپ کا حسن کلام سادگی کی شان لئے ہوئے تھا۔بناوٹی مسجع کلام سے آپ کو بعد تھا (۲۱)

دراصل حضورؐ کا کلام ایجاز کامل کے ساتھ اعجاز اکمل کا بھی بہترین نمونہ ہے۔عبدالرحمٰن عزام نے کیا خوب کہا ہے، زمانہ چاہے کتنا ہی پلٹا کھائے اور گزشتہ یادگاروں کو مٹانے کی کوشش کرے۔ آنحضرتؐ کی فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ اپنی لطافت خیز رفتار اور ترنم ریز آواز کے ساتھ جاری

رہے گا اور علم و ادب کے شیدائیوں کو ایسا سرور و کیف بخشے گا جس میں ہر ادیب اپنے دل میں وجدانی کیفیت اور روح میں تسکین محسوس کرے گا (۲۲)

تاریخ ہمیں بتاتی ہے قیادت اور خطبات کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے بلکہ قیادت کا نمایاں جوہر ہی خطابت رہی ہے۔ خطابت کے بغیر قیادت کبھی نہیں پنپ سکتی۔ خطابت نے ہمیشہ قیادت کا تاج پہنا ہے۔ جو بات کرنے کے قابل ہوا وہی آگے آیا۔ جو بہتر سے بہتر طریقہ سے بات کر سکا سب کو پیچھے چھوڑ گیا، سب کو اپنے پیچھے لگالیا، سب نے اسی کو آگے کیا کہ سب کے دلوں کی ترجمانی کر سکتا ہے، سب کے زخموں پر مرہم رکھ سکتا ہے۔ جب بھی کوئی تحریک اٹھی تو اس کا آغاز، ترقی اور کامیابی ہمیشہ زبان کی شعلہ بیانیوں اور خطابت کی ولولہ انگیزیوں کی مرہون منت رہی۔ تاریخ انسانی میں خطابت و قیادت کا ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ (۲۳)

آنحضورؐ سے قبل زمانہ جاہلیت میں عرب شاعر کو خطیب پر فوقیت دیتے تھے مگر خطیب کی قدر و منزلت بھی بہت بلند تھی مگر جب شعراء کی کثرت ہوگئی تو خطیب کا رتبہ شاعر سے بلند ہوگیا۔ (۲۴) چونکہ محسن انسانیتؐ ایک عظیم پیغام کے حامل تھے اور اس کے لئے خطابت ناگزیر ضرورت تھی اور خطابت تو یوں بھی عربوں کی دولت تھی۔ پھر قریش تو اس صفت میں خاص طور سے مالا مال تھے۔ اس لئے فریضہ قیادت نے جب بھی تقاضہ کیا آپ کی زبان کبھی نسیم سحر کی طرح کبھی آب جو کی طرح اور کبھی تیغ برق کی طرح متحرک ہو جاتی تھی۔ (۲۵)

عبداللہ بن رواحہؓ نے آپؐ کی خطیبانہ اثر انگیزی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معجزہ کافی تھا کہ دور جاہلیت کی تاریکیوں کو علم سے روشن کر دیا۔ یتیم ہوتے ہوئے بھی آپؐ کو دست قدرت نے ادب سکھایا"

احمد شوقی خطابت نبوی کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

"جب آپؐ خطبہ ارشاد فرماتے تو منبر بھی جھوم اٹھتا تھے، محفل پر لرزہ طارہ ہو جاتا اور دل رونے لگتے تھے" (۲۶)

تمام نقادوں اور علماء کا اتفاق ہے کہ آپؐ اپنے عہد کے سب سے بڑے فصیح و بلیغ مقرر اور موثر خطیب تھے (۲۷) بلکہ آپؐ تمام انبیاء میں سب سے بڑے خطیب گزرے ہیں اس لئے آپؐ

کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ''خطیب النّبیّن'' بھی ہے (۲۸) خطبات نبویؐ تاثیر و رقت انگیزی میں درحقیقت معجزہ الٰہی ہے۔ پتھر سے پتھر دل بھی ان کو سن کر چند لمحوں میں موم ہو جاتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ایک دفعہ آپؐ نے سورۃ النجم کی آیتیں تلاوت کر کے سنائیں تو یہ اثر ہوا کہ آپؐ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے کفار بھی سجدے میں گر پڑے

ایک دفعہ ایک نومسلم قبیلہ ہجرت کر کے مدینہ آیا۔ آپؐ نے ان کی امداد کی ضرورت سمجھی۔ مسجد نبویؐ میں تمام مسلمان جمع ہوئے تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں قرآن حکیم کی آیت پڑھی کہ تمام انسان ایک ہی نسل سے ہیں یعنی

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ

اے لوگو! اس ذات سے ڈرو جس نے ایک ذات سے تمہیں پیدا کیا۔

پھر سورۃ حشر کی یہ آیت تلاوت کی'' ولتنظر نفس ما قدمت لغد'' اس کے بعد فرمایا درہم کپڑا، غلہ بلکہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا جو ہو راہ خدا میں دو۔ مدینہ کے مسلمانوں کی حالت جیسی تھی وہ سیرت کے ہر صفحہ سے ظاہر ہے لیکن بایں ہمہ آپؐ کی رقت انگیز اور موثر تقریر سے یہ عالم پیدا ہو گیا کہ ہر صحابیؓ کے پاس جو کچھ تھا اس نے سامنے رکھ دیا۔ بعضوں نے اپنے کپڑے اتار دیئے، کسی نے گھر کا غلہ لا کر دیا، ایک انصاری گئے اور گھر سے ایک اشرفیوں کا توڑا اٹھا لائے جو اس قدر بھاری تھا کہ بمشکل ان سے اٹھ سکتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر بعد آپؐ کے سامنے غلہ اور کپڑے کے دو بڑے بڑے ڈھیر لگ گئے اور خوشی سے آپؐ کا چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگا۔

سخت سے سخت اشتعال انگیز واقعات میں آپؐ کے چند فقرے معاملے کو رفع دفع کر کے جوش و محبت کا دریا بہا دیتے تھے۔ (۲۹)

غزوہ حنین میں مال غنیمت کی تقسیم پر جب انصار میں آزردگی پیدا ہو گئی کیونکہ معرکہ کے بعد حضورؐ نے مولفۃ القلوب کی قرآنی نص کے تحت نومسلم روسائے مکہ کو اس میں بہت سا حصہ دیا تا کہ ان کے دل اور نرم ہوں اور وہ احسان کے رشتے سے اسلامی ریاست کے ساتھ مربوط تر ہو جائیں۔ انصار کے کچھ لوگوں نے عجیب سے احساسات کا اظہار کیا۔ کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو خوب انعامات دیئے اور ہمیں محروم رکھا حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک خون کی بوندیں ٹپک

رہی ہیں۔مشکلات میں ہم یاد آتے ہیں اور مال حاصل غنیمت دوسرے لوگ لے جاتے ہیں۔
یہ چرچے آپؐ کے کانوں تک بھی پہنچے آپؐ نے ایک چرمی خیمہ نصب کیا اور اس میں انصار کا اجتماع بلایا گیا۔حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسی باتیں کہیں ہیں؟ آپؐ نے جو سنا ہے وہ صحیح سنا ہے لیکن یہ باتیں ہم میں سے ذمہ دار لوگوں نے نہیں کی ہیں، کچھ نوجوانوں نے ایسے فقرے کہے ہیں۔واقعہ کی تحقیق کے بعد آپؐ نے یہ تقریر فرمائی:

''کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ پہلے گمراہ تھے، خدا نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت دی؟ تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو متحد اور متفق کیا؟ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو آسودہ حال کیا؟ ہر سوال پر انصار کہتے جاتے تھے، بلاشبہ، اللہ اور رسول کا بہت بڑا احسان ہم پر ہے۔

نہیں تم یہ جواب دو کہ اے محمدؐ! تم کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تمہاری تصدیق کی، تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی، تم جب مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی تم جواب میں یہ کہتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو۔لیکن اے گروہ انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمدؐ کو لیکر اپنے گھروں کو جاؤ۔''

کلام کا اتار چڑھاؤ دیکھئے خنجر خطابت کی اس دھار کو دیکھئے پھر یہ غور فرمایئے کس طرح خطیب نے بالآخر مطلوبہ کیفیت پوری طرح سامعین پر ابھار دی۔انصار بے اختیار چیخ اٹھے۔''ہم کو صرف محمدؐ درکار ہیں'' وہی انصار جو چند لمحہ پہلے کبیدہ خاطر ہو رہے تھے اس قدر روئے کہ ان داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور دل کا سارا غبار دھل گیا۔

ابتدائی دور نبوت میں کوہ صفا کے خطبہ کے علاوہ متعدد بار آپؐ نے قریش کے سامنے تقاریر فرمائی ہیں۔اس دور کے ایک خطبہ کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''قافلہ کا دیدبان اپنے ساتھیوں کو کبھی غلط اطلاع نہیں دیا کرتا۔خدا کی قسم اگر (بفرض محال) اور سب لوگوں سے جھوٹ کہنے پر تیار بھی ہو جاتا، تب بھی تم سے غلط بات کبھی نہ کہتا۔اگر (بفرض محال) میں دوسرے تمام لوگوں کو ہلاکت وخطرہ سے دوچار کر دیتا، تم کو پھر بھی خطرہ میں مبتلا نہ کرتا۔اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی الہٰ نہیں، میں تمہاری طرح خصوصیت سے اور تمام انسانوں

کی طرف جامع طور سے خدا کا مقرر کردہ رسولؐ ہوں' بخدا تم کو لازماً مرنا ہے جیسا کہ تم سو جاتے ہو اور پھر مرنے کے بعد جی اٹھنا ہے جیسا کہ تم نیند سے بیدار ہو جاتے ہو۔ تم سے لازماً تمہارے کاموں کا حساب لیا جانا ہے اور تمہیں بھلے کا بدلہ بھلا اور برے کا بدلہ ضرور ملنا ہے۔ پھر یا تو ہمیشہ کیلئے جنت ہوگی یا ہمیشہ کیلئے دوزخ''۔

کیا ہی سادہ انداز بیاں ہے، کتنی عقلی اور جذباتی اپیل ہے، داعی کی خیر خواہی ایک ایک لفظ سے ٹپکتی ہے۔ یقین کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ چھوٹے سے اس خطبہ میں تمثیل سے بھی کام لیا گیا ہے اور توحید، رسالت اور آخرت کی بنیادی دعوت بھی پوری طرح سموئی ہوئی ہے۔

آج کامیاب بننے کیلئے ضروری ہے آپؐ کے اُسوہ حسنہ سے استفادہ کرے اور فن خطابت کے ذریعے ملک وملت کی خدمت بجالائے۔

ماٴخوذ عہد نبویؐ میں شعر وادب مصنف شیریں زادہ خدوخیل اورینٹل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۶ء

حواشی و حوالہ جات

ا۔ صدیقی، محمد نعیم محسن انسانیت اسلامک پبلکیشنز لاہور ۱۹۸۷ء، ص/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

۲۔ (ا) شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، مکتبہ تعلیم انسانیت لاہور ۱۹۸۷ء، ج/۲، ص/ ۱۹۔ ۲۱۸ (ب) زادالمعاد، جلد اول، ص/ ۱۴۷

۳۔ اظہر، ڈاکٹر ظہور احمد، فصاحت نبویؐ، اسلامک پبلکیشنز لاہور ۱۹۸۸ء، ص/ ۲۱۵

۴۔ فصاحت نبوی، ص/ ۱۱۸

۵۔ زیات، احمد حسن، تاریخ ادب عربی، عبدالرحمٰن طاہر سورتی مترجم شیخ غلام علی لاہور، ص/ ۲۷۶

۶۔ (ا) تاریخ عربی ادب، ص/ ۳۱۲ (ب) فصاحت نبویؐ ص/ ۱۱۷

۷۔ فصاحت نبویؐ ص/ ۲۱۱۔ ۴۸

۸۔ ندوی، ڈاکٹر عبدالحلیم، تاریخ عربی ادب، پرنٹر لائن پبلشرز لاہور ۱۹۹۹ء، ص/ ۸۹۔ ۲۸۸

۹۔ تاریخ عربی ادب، ص/ ۳۹۸

۱۰۔اسمائے نبویؐ،ص/ ۷۹
۱۱۔رحمت اللعالمینؐ، جلداول،ص/ ۸۹
۱۲۔محسن انسانیتؐ،ص/ ۹۶۔
۱۳۔فصاحت نبویؐ،ص/۱۷۳
۱۴۔(ا)محسن انسانیتؐ،ص/۹۶ (ب) تاریخ عربی ادب،ص/ ۴۰۰
۱۵۔محسن انسانیتؐ،ص/ ۹۶
۱۶۔فصاحت نبویؐ،ص/ ۱۶۱
۱۷۔(ا) تاریخ عربی ادب،ص/ ۴۰۷ (ب) تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ،ص/ ۸۷۔۸۸
۱۸۔(ا) فصاحت نبویؐ،ص/۲۵۰۔۵۳ (ب) محسن انسانیتؐ،ص/ ۹۷
۱۹۔محسن انسانیت،ص ۹۷
۲۰۔(ا) تاریخ عربی ادب،ص/۴۰۳۔۴۰۱ (ب) تاریخ ادب عربی،ص/۲۔۱۷۱
۲۱۔محسن انسانیت،ص/ ۹۹ تا ۱۰۱
۲۲۔نقوش رسول نمبرؐ ج/۴،ص/ ۱۵۸
۲۳۔فصاحت نبویؐ،ص/ ۱۹۶
۲۴۔فصاحت نبویؐ،ص/ ۱۱۰
۲۵۔محسن انسانیتؐ،ص/ ۱۰۱
۲۶۔فصاحت نبویؐ،ص/ ۱۹۶
۲۷۔تاریخ عربی ادب،ص/ ۴۱۱
۲۸۔ترمذی شریف، بحوالہ اسمائے نبویؐ،ص/
۲۹۔سیرت النبیؐ، جلددوم،ص/ ۳۰۔۲۲۹